تفسیر ثعلبی: غزوہ بدر میں نزول ملائکہ والی روایات کا تحقیقی جائزہ

Tafsīr al-Tha'labi: Assessment of Reports mentioning the descent of Angels in Badr

محمد علی *

Abstract

The battle of Badr, fought in 624 AD/ 2 AH is the first major military victory of the Prophet Muḥammad (peace be upon him) over his Makkan opponents. It seriously damaged their prestige while strengthening the political position of Muslims in Madinah and establishing Islam as a viable force in the Arabian Peninsula. The event of the battle of Badr has been mentioned in various places in the Qur'ān. The present article discusses and critically evaluates the reports (riwāyāt) about the descent (nuzūl) of angels on the battle ground as interpreted by Imam Tha'labi in his tafsīr al-Kashf wal-Bayān. A short biography of the author and the method adopted by him in his tafsīr has also been mentioned.

Keywords: Imam Tha'labi, al-Kashf wal Bayān, Badr, Number of Angels that participated in the battle of Badr

امام ثعلبی کی تفسیر الکشف والبیان فی تفسیر القرآن تفسیر بالماثور کے اصل مصادر میں سے ایک ہے۔ امام ثعلبی سیرت نبوی کے متعلق ایسی نادر روایات نقل کرتے ہیں جو دوسری اکثر تفاسیر میں مفقود ہوتی ہیں۔ اسلامی تاریخی متون ذکر کرنے والے مصادر بھی انہی سے سیرت نبوی سے متعلق روایات اخذ کرتی ہیں۔ اس مضمون میں امام ثعلبی، ان کی تفسیر اور اس میں وارد جنگ بدر کے موقع پر ملائکہ کے نزول کے حوالے سے نقل کردہ روایات کا تحقیقی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

ابو اسحاق، احمد بن محمد بن ابراہیم ثعلبی، ثعالبی، نیشاپوری۔ واعظ، ادیب، ثقہ، الحافظ[1] مشہور مفسر اور اپنے زمانے میں علم تفسیر کے سب سے بڑے ماہر تھے۔ ابن خلکان کے مطابق ایسی تفسیر لکھی جو دیگر تفاسیر پر فائق ہے۔[2] ان کی سن پیدائش کا تذکرہ کسی بھی مؤرخ نے نہیں کیا۔ آپ تاریخ لکھنے میں بھی مشغول رہا کرتے تھے[3]۔ اس کے ساتھ ساتھ وجوہ اِعراب اور قراءات کے عالم اور صاحب تصانیف جلیلہ تھے[4]۔ ثعلبی اور ثعالبی کے القاب سے مشہور ہیں۔ یہ ان کا لقب ہے نہ کہ نسبت[5]۔ آپ لومڑی کی جلد کا لباس پہنتے تھے، یا لومڑی کی جلد سے اشیاء بنایا کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے ثعلبی اور ثعالبی لقب پڑ گیا[6]۔ آپ کی مشہور تصانیف درج ذیل ہیں:

1. قصص الانبیاء المسمیٰ بعرائس المجالس [7]۔

ایک جلد میں ۶۲۲ صفحات پر مشتمل یہ کتاب ہندوستان میں بمبئی کے کسی چھاپ خانے سے نامعلوم تاریخ کو شائع ہوئی ہے۔ یہ کتاب زمین کی پیدائش کی تاریخ سے شروع ہو کر واقعہ فیل پر ختم ہوتی ہے۔ ہر ایک نبی کی تاریخ پر ایک باب اور ایک مجلس کی شکل میں بحث کی گئی ہے۔ اس میں قرآن مجید، احادیث اور مجہول رواۃ سے روایتیں نقل کی گئی ہیں۔

2. من ربیع المذکرین[8]۔ یہ کتاب مقالہ نگار کو کوشش بسیار کے باوجود میسر نہ ہو سکی۔

---

* پی ایچ۔ ڈی ریسرچ سکالر، شعبہ مطالعات سیرت، جامعہ پشاور

3. تفسیر الکشف والبیان فی تفسیر القرآن[9]۔

یہ کتاب ابھی حال ہی میں دس جلدوں میں داراحیاء التراث العربی بیروت سے طبع ہوئی ہے۔اس پر ابو محمد بن عاشوراور استاذ نظیر الساعدی کا نہایت ہی مختصر تحقیقی حاشیہ بھی موجود ہے۔جو ایک طالب علم کے لیے چنداں مفید نہیں۔اس تفسیر پر اگر عبد الرزاق المہدی کی طرح کام ہوتا تو اچھا ہوتا۔

شیوخ:

ابو طاہر بن خزیمہ، امام ابو بکر بن مہران المقرئ، ابو بکر بن ہانئ، ابو بکر طرازی، المخلدی، خفّاف، ابو محمد بن رُومی، ابو عبد اللہ النصری، ابوزکریا حرانی، ابو الحسن ہمدانی اور ان کے طبقہ کے لوگوں سے سماع کیا۔کثیر الحدیث اور کثیر الشیوخ شخصیت ہیں[10]۔

تلامذہ:

علی بن احمد بن علی واحدی[11] نیسابوری نے تفسیر میں ان سے اخذ اور سماع کیا[12]۔عبد الکریم بن عبد الصمد بن محمد بن علی بن محمد القطان ابو معشر الطبری (۴۷۰ھ) نے بھی ان سے تفسیر میں روایت لی ہے[13]۔

سن وفات:

محرم الحرام کے مہینے میں ۴۲۷ھ موافق ۱۰۳۵ء کو وفات پائی[14]۔

تفسیر ثعلبی کا منہج:

امام ثعلبی رحمہ اللہ اپنی تفسیر کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ: وہ عہد طفولیت سے علماء کی خدمت میں حاضری دیتے اور علم تفسیر کے حاصل کرنے کے لیے کوشاں رہتے تھے۔یہاں تک کہ وہ حق و باطل، ادنیٰ و اعلیٰ، جدید و قدیم اور بدعت و سنت میں فرق کرنے لگے۔تو انہوں نے اس باب میں مفسرین کو مختلف فرقوں میں پایا:

1. اہل بدعت وضلالت، جیسے: بلخی[15]، جبائی[16]، اصفہانی[17] اور رُمانی[18]۔
2. وہ جماعت جنہوں نے اہل بدعت کے اقوال کو سلف صالحین کے اقوال کے ساتھ گڈمڈ کیا۔جیسے ابو بکر قفال[19]، ابو حامد المقرئ[20]۔
3. وہ مفسرین جو نقل وروایت کے اندر محدود رہے اور نقد روایت کی جانب توجہ نہ دی۔جیسے ابو یعقوب ابراہیم بن اسحاق اَنماطی[21]۔
4. وہ مفسرین جنہوں نے اسناد کو حذف کر کے کتابوں سے روایت کی اور اپنی کتب کو رطب ویابس روایات کا پلندہ بنادیا۔امام ثعلبی کی رائے میں یہ لوگ علماء میں شمار نہیں ہوتے لہذا انہوں نے اپنی کتاب میں ان کا ذکر نہیں کیا۔
5. وہ مفسرین جنہوں نے حسن تالیف کا حق ادا کر دیا۔مگر ان کی تصانیف میں تکرار واعادہ کی بھرمار ہے۔جیسے: ابن جریر الطبری[22] اور ابو محمد عبد اللہ بن حامد اصفہانی۔
6. وہ مفسرین جنہوں نے تفسیر قرآن کے دوران نہ حلال و حرام پر روشنی ڈالی ہے نہ اس کے غوامض و مشکلات کی گرہ کشائی کی ہے اور نہ ہی گمراہ فرقوں کی تردید کا بیڑا اُٹھایا ہے۔مثلاً: مجاہد[23]، سدی[24] اور کلبی[25] وغیرہ۔

ان کے مطابق انہوں نے متقدمین کی تصانیف میں ایسی جامع کتاب نہیں دیکھی جو ان تمام صفات کی حامل ہو۔ چنانچہ لوگوں کی فرمائش پر ایسی جامع تفسیر "الکشف والبیان عن تفسیر القرآن" لکھی جس میں قریباً ایک سو کتب سے منتخب مواد جمع کیا۔ تعلیقات اور متفرق اجزاء سے استفادہ اس کے علاوہ ہے۔ علاوہ ازیں تین صد کبار شیوخ واساتذہ سے جو علمی اسرار و رموز مل سکے وہ بھی اس کتاب میں نہایت اختصار اور حسن ترتیب کے ساتھ یکجا جمع کر دیئے۔ جن اساتذہ سے تفسیری روایات اخذ کی گئی ہیں۔ ان کا ذکر آغاز کتاب میں کر دیا گیا ہے۔ آگے چل کر کتاب میں پوری سند ذکر نہیں کی گئی ہے۔ معاصر مصنفین جن سے استفادہ کیا اور الفاظ غریبہ و قراءات پر مشتمل جن کتب سے مدد لی ان سب کا تذکرہ بھی اپنی کتاب میں کیا ہے۔ ایک باب میں قرآن اور حاملین کے فضائل بیان کیے ہیں جب کہ دوسرے باب میں تفسیر و تأویل کے معنی و مفہوم کی عقدہ کشائی کی ہے اور پھر اصل تفسیر کا آغاز کیا ہے۔[26]

تفسیر ثعلبی اکثر مجہول رواۃ سے روایات نقل کرتی ہے جن کا رجال کے کتب میں کچھ پتہ ہی نہیں چلتا۔ اکثر وہ صحیح روایات بھی مجہول رواۃ سے نقل کی ہیں جن کی صحیح اسناد دوسری محدثین اور مفسرین نے لکھی ہیں۔ لیکن امام ثعلبی نے وہ اسناد نقل نہیں کی ہیں۔

تفسیر ثعلبی کا علمی مقام:

مفسر ثعلبی کی تفسیر کے تعاقب میں احمد بن محمد بن احمد المظفر ابن المختار الرازی الحنفی (متوفی بعد ۶۳۰ھ) نے ایک مستقل کتاب بہ نام: "مباحث التفسير ابن المظفَّر" لکھی ہے۔ جو کہ ۲۰۰۹ء موافق ۱۴۳۰ھ میں حاتم بن عابد بن عبد اللہ القرشی کی تحقیق کے ساتھ کنوز اشبیلیا المملکۃ العربیۃ السعودیۃ سے طبع ہو چکی ہے۔

ابن تیمیہ[27] لکھتے ہیں کہ:

> "ثعلبی بہ نفس خود نیک اور صالح آدمی ہیں۔ لیکن سورت کی ابتداء میں فضائل سورت کے متعلق موضوعات ذکر کرتے ہیں۔ ثعلبی حاطب لیل ہیں"[28]
>
> "ثعلبی حدیث کے عالم نہیں تھے"
>
> "و ليس الثعلبي من أهل العلم بالحديث"[29]

واحدی جو کہ ثعلبی کے شاگرد ہیں اور عربیت میں ان سے زیادہ مہارت رکھتے ہیں۔ مگر ثعلبی میں یہ خوبی ہے کہ وہ بدعتی نہیں۔ انہوں نے جو کچھ کیا ہے دوسروں کی تقلید میں کیا ہے۔ بہ ذات خود وہ اس سے بری ہیں۔ واحدی کی تفسیر میں نادر فوائد بھی ہیں مگر اس کے ساتھ ساتھ اس میں باطل کی آمیزش بھی کچھ کم نہیں[30]۔

> "واحدی اور ان کے استاد ثعلبی دونوں علم حدیث میں بے مایہ تھے۔ دونوں کی تفاسیر میں اور خصوصاً ثعلبی میں موضوع اور باطل کہانیوں کی بھرمار ہے[31]۔"

وسیع سماع کی وجہ سے ان کی کتب میں کافی غرائب پائی جاتی ہیں[32]۔

> "اس تفسیر کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ مفسر نے اسرائیلی قصص و اخبار کے ذکر و بیان میں بڑی فیاضی دکھائی ہے اور اس پر طرہ یہ کہ کہیں نقد و جرح کا نام تک نہیں لیا۔ حالانکہ بیان کردہ واقعات میں سے اکثر نہایت عجیب

وغریب اور حیرت افزاہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ ثعلبی قصے کہانیوں کے نہایت دلدادہ تھے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے انبیاء کے اخبار وواقعات پر ایک مستقل کتاب لکھ ڈالی"۔[33]

تفسیر ثعلبی کی علمی حیثیت بالکل نمایاں ہے لیکن امام ثعلبی نے مجہول رواۃ کی روایات نقل کر کے اپنی تفسیر کی وقعت کم کر دی ہے۔ اکثر رواۃ کا رجال اور اسانید کی کتابوں میں پتہ نہیں ملتا۔

غزوہ بدر کی وجہ تسمیہ:

امام ثعلبی اس بارے میں لکھتے ہیں کہ:

روایت: شعبی[34] کہتے ہیں کہ بدر نامی آدمی کا ایک کنواں تھا۔ اُس کنویں کو مالک کے نام سے پکارا جانے لگا۔

روایت: واقدی[35] کہتے ہیں کہ میں نے شعبی کا یہ قول عبد اللہ بن جعفر اور محمد بن صالح کو بتایا تو انہوں نے انکار کیا اور کہا کہ صفراء نام کیوں دیتے ہو اور جار کی وجہ تسمیہ کیا ہے۔ بلکہ یہ تو ایک جگہ کا نام ہے۔ یہی قول اس نے یحییٰ بن نعمان غفاری سے کہی ہے تو اس نے کہا کہ ہم نے بنی غفار سے تعلق رکھنے والے اپنے شیوخ سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یہ ہمارا کنواں اور منزل تھی اور ہمارے بعد کسی اور کے اختیار میں نہیں آیا۔ یہ جہینہ کے علاقہ میں نہیں بلکہ بنی غفار میں ہے۔ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار سے پہلی جنگ لڑی۔ ضحاک[36] کہتے ہیں کہ بدر مکہ اور مدینہ کے درمیان راستے پر منٰی میں ایک پانی کا نام ہے[37]۔

جنگ بدر کے موقع پر ملائکہ کا اُترنا:

امام ثعلبیؒ لکھتے ہیں کہ:

"سیدنا عمر بن خطاب[38] رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ بدر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی کثرت اور مسلمانوں کی قلت کی طرف دیکھا۔ تو آپ اور ابو بکر چھپر میں داخل ہوئے اور قبلہ کی جانب رُخ کر کے دعا کرنے لگے اور کہا کہ: اے اللہ! تم نے میرے ساتھ جو وعدہ کیا ہے وہ پورا کر لے۔ اے اللہ اگر یہ تھوڑا سا گروہ ہلاک ہوا تو روئے زمین پر تیری عبادت نہیں ہو گی۔ آپ یہ بار بار فرمارہے تھے یہاں تک کہ آپ کی چادر گر گئی اور ابو بکر نے چادر اُٹھائی اور آپ کے کندھوں پر ڈال دی۔ پھر آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے اور کہا کہ اے اللہ کے نبی! اللہ تعالیٰ کے ساتھ آپ کی اتنی مناجات کرنا کافی ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے وعدہ پورا کیا اور جبریل پانچ سو ملائک کے ساتھ میمنہ کی جانب میں اُترے۔ جہاں ابو بکر صدیق مقرر تھے۔ اور میکائیل پانچ سو ملائک کے ساتھ میسرہ میں اُترے جہاں سیدنا علی رضی اللہ عنہ مقرر تھے۔ فرشتے آدمیوں کی صورت میں اُترے جو سفید لباس میں ملبوس اور سفید عمامے باندھے ہوئے تھے اور پگڑیوں کے پلو دونوں کاندھوں کے درمیان رکھے تھے۔ بدر کے دن ملائکہ لڑے، احزاب اور حنین کے دن نہیں لڑے۔ بلکہ کبھی بھی نہیں لڑے۔ یہ تو مدد اور دفاع کے لیے تھے"۔[39]

صحیح مسلم 'کتاب: الجہاد' باب: الامداد بالملائکہ فی غزوۃ بدر ' کی حدیث[40] سے بھی اس روایت کی پوری تفصیل واضح ہوتی ہے:

"غزوۂ بدر کے دن رسول اللہ ﷺ نے مشرکوں کو دیکھا کہ وہ ایک ہزار تھے اور آپ ﷺ کے اصحاب تین سو انیس تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کی طرف دیکھا اور قبلہ رُخ ہو کر دونوں ہاتھ کھولے اور اپنے ربّ

سے دعا کرنے لگے۔ یا اللہ! تو نے جو وعدہ مجھ سے کیا سو اس کو پورا کر۔ اے اللہ! تو مجھے دے دے جس کا تم نے مجھ سے وعدہ کیا، اے اللہ! اگر تو مسلمانوں کی اس گروہ کو ہلاک کر دے گا، تو پھر زمین میں تیری عبادت کوئی نہیں کرے گا۔ پھر آپ ﷺ اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے برابر دعا کرتے رہے، یہاں تک کہ آپ ﷺ کی چادر مبارک کندھوں سے گر گئی۔ سیدنا ابو بکرؓ آئے اور آپ ﷺ کی چادر کندھوں پر ڈال دی پھر پیچھے سے لپٹ گئے اور کہا کہ اے اللہ کے نبی ﷺ! بس آپ ﷺ کی اتنی دعا کافی ہے۔ اب اللہ تعالیٰ اپنا وہ وعدہ پورا فرمائے گا جو اس نے آپ سے کیا ہے"۔

پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی" کہ:

"جب تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے اور اس نے تمہاری دعا قبول کی اور فرمایا کہ میں تمہاری مدد ایک ہزار مسلسل فرشتوں سے کروں گا" [41]

پھر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی مدد فرشتوں سے کی۔ ابو زمیل (راوئ حدیث) نے کہا کہ:

"مجھ سے سیدنا ابن عباسؓ نے حدیث بیان کیا کہ اس روز ایک مسلمان ایک کافر کے پیچھے دوڑ رہا تھا جو کہ اس سے آگے تھا، اتنے میں اوپر سے کوڑے کی آواز سنائی دی۔ وہ کہتا تھا کہ بڑھ اے حیزوم (حیزوم اس فرشتے کے گھوڑے کا نام تھا) پھر جو دیکھا تو وہ کافر اس مسلمان کے سامنے سیدھا گر پڑا۔ مسلمان نے جب اس کو دیکھا کہ اس کی ناک پر نشان تھا اور اس کا منہ پھٹا ہوا تھا، جیسے کوئی کوڑا مارتا ہے اور وہ (تازیانے کی وجہ سے) سبز ہو گیا تھا۔ پھر یہ مسلمان انصاری رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور قصہ بیان کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم سچ کہتے ہو یہ تیسرے آسمان سے آئی ہوئی مدد تھی۔ مسلمانوں نے بدر کے دن ستر کافروں کو مارا اور ستر کو قید کیا"۔

سیدنا ابن عباسؓ نے کہا کہ:

"جب قیدی گرفتار ہو کر آئے، تو رسول اللہ نے سیدنا ابو بکرؓ اور سیدنا عمرؓ سے کہا کہ ان اسیروں کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ سیدنا ابو بکرؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! یہ ہماری برادری کے لوگ اور کنبے والے ہیں، میری رائے یہ ہے کہ آپ ﷺ ان سے کچھ مال لے کر انہیں آزاد کر دیں جس سے مسلمانوں کو کافروں سے مقابلہ کرنے کی قوت بھی پیدا ہو اور شاید اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو اسلام کی توفیق دے۔" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ اے ابن خطاب رضی اللہ عنہ! تیری کیا رائے ہے؟" انہوں نے کہا کہ نہیں۔ اللہ کی قسم! یا رسول اللہ ﷺ! میری رائے وہ نہیں ہے۔ جو ابو بکر کی ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ ان کو ہمارے حوالے کر دیں تا کہ ہم ان کو قتل کریں۔ عقیل کو علیؓ کے حوالے کیجئے، وہ ان کی گردن ماریں اور مجھے میرا فلاں عزیز دیجئے کہ میں اس کی گردن ماردوں، کیونکہ یہ لوگ کفر کے "پیشوا" ہیں۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابو بکر صدیقؓ کی رائے پسند کی اور میری رائے پسند نہیں کی۔ پھر جب دوسرا دن ہوا اور میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا (تو دیکھا کہ) آپ ﷺ اور سیدنا ابو بکرؓ دونوں بیٹھے رو رہے تھے۔ میں نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے بتائیے کہ آپ اور آپ کے دوست کیوں رو رہے ہیں؟ اگر مجھے بھی رونا آئے گا تو روؤں گا ورنہ آپ دونوں کے رونے کی

وجہ سے رونے کی صورت بنالوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اس وجہ سے روتا ہوں کہ جو تمہارے ساتھیوں کو فدیہ لینے سے میرے سامنے ان کا عذاب لایا گیا اس درخت سے بھی زیادہ نزدیک تھا (رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک شجرہ موجود تھا، اس کی طرف اشارہ کیا)"

پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ:

"نبی کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ اسیر بنا کر رکھے یہاں تک کہ زمین میں کافروں کا زور نہ توڑ دے" [42]

امام ثعلبی اس بارے میں ایک دوسری روایت نقل کرتے ہیں کہ:

"ابن عباس[43] رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مسلمان کسی مشرک کے پیچھے دوڑ رہا تھا کہ اس دوران اپنے اُوپر کوڑے اور ایک گھڑ سوار کی آواز سنی۔ جو کہہ رہا تھا کہ سینہ آگے بڑھا۔ اور جب مشرک کو دیکھا تو وہ اُس کے آگے پڑا ہوا تھا۔ اُس پر نظر ڈالی تو وہ ٹوٹا پھوٹا ہوا تھا اور اس کا چہرہ جیسے کوڑے کی ضرب سے پھٹا ہوا تھا۔ وہ آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ کو ماجرا سنایا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے سچ کہا ہے یہ آسمانی مدد تھی۔ اُس دن انہوں نے ستر کو قید کیا اور ستر کو مارا"[44]

بدر کے موقع پر نازل ہونے والی ملائکہ کی خاص نشانیاں:

امام ثعلبی نے اس بارے میں درج ذیل روایات نقل کی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن اپنے صحابہ کرام سے فرمایا:

"خود پر نشان و علامت لگاؤ بے شک ملائکہ نے اپنی ٹوپیوں اور ڈھالوں پر سرخ اُون کا نشان لگایا ہے[45]۔"

تفسیر الطبری اور مصنف ابن ابی شیبہ میں یہی حدیث منقول ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خود پر نشان و علامت لگاؤ۔ بے شک ملائکہ نے خود پر نشانات لگائے ہیں[46]۔"

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جبریل ہے اپنے گھوڑے کے لگام پکڑے ہوئے اور جنگ کا لباس پہن رکھا ہے[47]۔"

امام ثعلبی لکھتے ہیں[48] کہ:

"ضحاک اور قتادہ[49] کہتے ہیں کہ پیشانی کے بالوں اور کانوں پر اُون لگایا ہوا تھا۔ مجاہد کہتے ہیں کہ ان کے گھوڑوں کی دُمیں، اور پیشانی والے بال، اور کمر پر نشان لگے ہوئے تھے۔ ربیع کہتے ہیں: وہ ابلق (سفید و کالے لکیروں والے) گھوڑوں پر سوار تھے۔ سیدنا علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ان کی پگڑیوں کے پلو ان کے کندھوں کے بیچ لٹک رہے تھے۔ ہشام بن عروہ کلبی کہتا ہے کہ اُن کی زرد پگڑیوں کے پلو اُن کے کندھوں کے درمیان آویزاں تھے"

مصنف ابن ابی شیبہ میں اس طرح کی ایک روایت موجود ہے:

"بدر کے دن صحابہ کرام کو کہا گیا کہ خود پر نشان لگائیے کیوں کہ ملائکہ خود پر علامات لگا چکے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اس دن پہلی مرتبہ ہم نے روئی استعمال کی[50]۔"

امام ثعلبی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں[51] کہ:

"عبد اللہ بن زبیر[52] کہتے ہیں کہ زبیر نے بدر کے دن زرد چادر اور زرد پگڑی باندھی تھی۔ تو بدر کے دن ملائک بھی زرد پگڑیاں علامت کے طور پر باندھ کر آئے"۔

تفسیر الطبری میں اس جیسی ایک روایت منقول ہے:

"فرشتوں نے نشانی کے طور پر اپنے گھوڑوں کی دُموں اور پیشانی کے بالوں میں روئی لگائی تھی[53]۔"

بدر میں اُترنے والے ملائکہ کی تعداد کے بارے میں روایات:

امام ثعلبی اپنی تفسیر میں اس بارے میں روایت نقل کرتے ہیں[54] کہ:

"قتادہ کہتے ہیں کہ بدر کے دن اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد ہزار سے کی پھر یہ تین ہزار ہوئے اس کے بعد پانچ ہزار ہوئے۔"

تفسیر الطبری میں یہی روایت قتادہ سے باسند منقول ہے:

"پہلے ان کی مدد ہزار سے کی گئی، پھر پانچ ہزار ہو گئے۔ یہ بدر کا دن تھا پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد پانچ ہزار ملائکہ سے کی[55]۔"

امام ثعلبی لکھتے ہیں[56] کہ:

"شعبی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو بدر کے دن معلوم ہوا کہ کرز بن جابر[57] مشرکین کے لیے کمک لا رہا ہے تو یہ مسلمانوں کے لیے بری خبر تھی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت: أَلَنْ يَكْفِيَكُمْ سے مُسَوِّمِينَ 'تک نازل فرمائی۔ پھر کرز کو شکست کا پتہ چلا اور وہ کمک نہیں لایا' سو کرز نہیں آیا تو اسی طرح فرشتوں کی کمک بھی نہیں آئی"۔

تفسیر ابن ابی حاتم[58] میں یہی روایت شعبی سے باسند منقول ہے:

"مسلمانوں کو یہ خبر پہنچی کہ کرز بن جابر محاربی کفار کے لیے کمک لا رہا ہے تو یہ ان کے لیے بری خبر تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کی امداد کے متعلق آیت نازل کی (سورۃ آل عمران ۱۲۴، ۱۲۵)۔ کرز کو مشرکین کی شکست کی خبر پہنچی تو اس نے مشرکین کی امداد نہیں کی۔ سو پانچ ہزار فرشتوں کی امداد بھی مسلمانوں کو نہیں دی گئی۔"

مذکورہ روایات کا تحقیقی جائزہ:

امام ثعلبیؒ کی ذکر کردہ روایات کے وہ شواہد جو صحیحین میں موجود تھیں وہ تو بالاتفاق صحیح ہیں۔ اسی طرح تفسیر ثعلبی کے وہ روایات جن کے شواہد صحیحین کے علاوہ دیگر کتابوں میں موجود تھے۔ تو مقالہ نگار نے ان میں صحیح سند سے منقول شاہد تلاش کیا ہے۔ جو کہ اس مضمون کا حصہ ہے۔

خلاصہ:

امام ثعلبیؒ نے اپنی تفسیر میں غزوہ بدر کے موقع پر نزول ملائکہ کی روایات تفصیلاً نقل کی ہیں جو متأخرین میں تفسیر الدر المنثور اور تفسیر روح المعانی نے نقل کیے ہیں۔ اکثر روایات صحیحین، دیگر متون حدیث اور سیرت کی قدیم کتابوں نے بھی نقل کی ہیں۔ لیکن تفسیر کا دامن اس سے خالی تھا جس میں امام ثعلبی نے چار چاند لگائے۔ امام ابن تیمیہ کے بیان کے مطابق حدیث کے فن میں عدم مہارت کی وجہ سے اپنی تفسیر میں حدیث کی روایت کرتے ہوئے باوجود احتیاط کے وہ مقام حاصل نہ کر سکے جو اس کے لائق تھا۔ یہ بوجھ آنے والی نسلوں کے کندھوں پر پڑتا ہے کہ وہ اس تفسیر پر کماحقہ تحقیق کریں۔

حواشی وحوالہ جات:

[1] ابو اسحاق ابراہیم بن محمد بن الازہر (۶۴۱ھ)، المنتخب من کتاب السیاق لتاریخ نیسابور، ص:۹۴، ترجمہ:۱۹۷، دار الفکر للطباعۃ والنشر التوزیع، ۱۴۱۴ھ۔

[2] شمس الدین احمد بن محمد بن ابو بکر بن خلکان، وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان، ۱ : ۸۰، دار صادر بیروت، ۱۹۰۰ھ۔

[3] خیر الدین زرکلی، الاعلام، ۱ : ۲۱۲، دار العلم للملایین، ۲۰۰۲ء۔

[4] ابو الحسن جمال الدین علی بن یوسف قفطی (۶۴۶ھ)، انباہ الرواۃ علی انباہ النحاۃ، ۱ : ۱۵۴، دار الفکر العربی، بیروت، ۱۴۰۶ھ موافق ۱۹۸۲ء۔

[5] اسماعیل بن عمر بن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ۱۵ : ۶۶۰، دار ہجر للطباعۃ والنشر والتوزیع والاعلان، ۱۴۲۴ھ موافق ۲۰۰۳ء۔

[6] امام ابو سعد عبد الکریم بن محمد بن منصور تمیمی سمعانی (۵۶۲ھ)، الانساب، ۱ : ۵۰۵، مرکز الخدمات والابحاث الثقافیۃ، س۔ن۔

[7] وفیات الاعیان، ۱ : ۸۰۔

[8] محمد بن احمد الادنہ وی، طبقات المفسرین، ص:۱۰۶، مکتبۃ العلوم والحکم، ۱۹۹۷ء۔

[9] ابو اسحاق احمد امام ثعلبی، الکشف والبیان فی القرآن، المعروف بہ تفسیر ثعلبی، ۱ : ۸، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ۱۴۲۲ھ موافق ۲۰۰۲ء، محمد بن علی بن احمد داؤدی (۹۴۵ھ)، طبقات المفسرین، ۲ : ۶۱، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، س۔ن۔

[10] المنتخب من کتاب السیاق لتاریخ نیسابور، ص:۹۴۔

[11] علی بن احمد بن محمد بن علی، واحدی نیشاپوری شافعی، نیشاپور میں پیدا ہوئے اور وہیں ۴۶۸ھ = ۱۰۷۶ء کو وفات پائی۔ [حافظ ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ۱۸: ۳۳۹، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۹۹۰ء۔۔۔ الاعلام، ۴: ۲۵۵]۔

[12] المنتخب من کتاب السیاق لتاریخ نیسابور، ص:۹۴۔

[13] ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی (متوفی:۷۷۴ھ)، طبقات الشافعیین، ۱ : ۴۶۶، مکتبہ الثقافیۃ الدینیۃ، ۱۴۱۳ھ موافق ۱۹۹۳ء۔

[14] المنتخب من کتاب السیاق لتاریخ نیسابور، ص:۹۴۔۔ البدایۃ والنہایۃ، ۱۵ : ۶۶۰۔۔ محمد بن احمد الادنہ وی، طبقات المفسرین، ص:۱۰۶، الاعلام ۱: ۲۱۲۔

[15] جویبر بن سعید ازدی، بلخی، ابو القاسم۔ انہوں نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے سماع کیا تھا۔ ۱۴۰ھ موافق ۷۵۷ء کو وفات پائی۔ [حافظ مزی، تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، ۵ : ۱۶۹، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۹۹۲ء]۔

[16] محمد بن عبد الوہاب بن سلام ابو علی الجبائی، معتزلہ کے امام تھے۔ یعقوب الشحام معتزلی بصری سے علم اخذ کیا۔ ان کے تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔ سیوطی نے طبقات المفسرین میں ۳۲۱ھ، حافظ ذہبی نے ۳۰۳ھ اور ۲۸۵ھ تاریخ وفات لکھی ہے۔ [سیر اعلام النبلاء، ۱۴ : ۱۸۳]۔

[17] ابو مسلم اصفہانی، الکاتب محمد بن بحر جو متکلم اور معتزلی تھے۔ ۲۵۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۲۳ھ میں فوت ہوئے۔[داوودی، طبقات المفسرین ۲: ۱۰۹]

[18] علی بن عیسیٰ، ابو الحسن، نحوی، المعروف بہ رُمّانی۔ انار بیچا کرتے یا قصر رمان سے ان کا تعلق تھا۔ معتزلی ہونے کے ساتھ ساتھ شیعہ بھی تھے۔ ۳۸۴ھ کو وفات پائی۔ انہوں نے قرآن مجید کی تفسیر "تفسیر ابی الحسن الرمانی" بھی لکھی ہے۔[خطیب بغدادی، تاریخ بغداد ۱۲ : ۱۶۔۔۔لسان المیزان ۴ : ۲۴۸۔۔۔بغیۃ الوعاۃ ۲ : ۱۸۰، ترجمہ: ۱۷۴۲]۔

[19] ابو بکر، محمد بن علی بن اسماعیل، قفال کبیر، شافعی، شاشی، ماوراء النہر کے اپنے عہد کے امام اور فقیہ، محدث، مفسر، اُصولی لغوی اور شاعر تھے۔ ۲۹۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۶۵ھ کو وفات پائی۔[نووی، تہذیب الاسماء واللغات ۲ : ۱۵۸، ترجمہ: ۹۱۹، س۔ن]۔

[20] ابو حامد، احمد بن علی حسنویہ المقرئ، نیشاپوری، ابو عبد اللہ حاکم کے شیخ تھے۔ خطیب کے نزدیک غیر ثقہ راوی ہیں۔ ۳۴۰ھ کے بعد وفات پائی۔[ابن عساکر، تاریخ دمشق، ۵ : ۴۵، لسان المیزان ۱ : ۵۴۰، ترجمہ: ۶۴۱]

[21] ابراہیم بن اسحاق نیشاپوری، انماطی، حافظ حدیث ہیں۔ انماط کی طرف منسوب ہیں جو کہ بچھونے کو کہتے ہیں۔ ایک بڑی تفسیر بھی لکھی ہے۔ ۳۰۳ھ موافق ۹۱۵ء کو وفات پائی۔[الاعلام ۱ : ۳۲]۔

[22] محمد بن جریر بن یزید طبری، ابو جعفر، مؤرخ ومفسر اور امام تھے۔ ۲۲۴ھ = ۸۳۹ء کو "آمل طبرستان" میں پیدا ہوئے۔ بغداد میں سکونت پذیر رہے اور وہیں ۳۱۰ھ = ۹۲۳ء کو وفات پائی۔ [ابن الجزری، غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء، ۲ : ۱۰۶، مکتبہ الخانجی، مصر، ۱۹۳۲ء۔۔۔الاعلام ۶: ۶۹]

[23] مجاہد بن جبر ابو الحجاج المکی، مولیٰ بنی مخزوم۔ ۲۱ھ = ۶۴۲ء کو پیدا ہوئے۔ تابعی اور مفسر ہیں۔ شیخ القراء و المفسرین کے لقب سے نوازے گئے۔ اہل کتاب سے بعض مسائل میں رجوع کرتے تھے اس لیے سلف اُن کی تفسیر کی کتاب سے خود کو بچاتے تھے۔ ۱۰۴ھ = ۷۲۲ء کو وفات پائی۔[سیر اَعلام النبلاء ۴: ۴۴۹۔۔۔الاعلام ۵: ۲۷۸]۔

[24] اِسماعیل بن عبد الرحمن کوفی، سدی کبیر، تابعی، حجازی الاصل۔ کوفہ میں رہائش تھی۔ واقعات و تاریخ کے عالم تھے۔ ۱۲۸ھ = ۷۴۵ء کو وفات پائی۔ تفسیر، مغازی اور سیر وواقعات کے امام ہیں۔[النجوم الزاہرۃ ۱: ۳۹۰، الاعلام ۱: ۳۱۷]

[25] محمد بن سائب بن بشر بن عمرو بن حارث کلبی، ابو النضر۔ نسب، روایتِ حدیث، تفسیر، اخبار اور ایام عرب کے بڑے عالم تھے۔ بنو قضاعۃ کی ایک شاخ کلب بن وبرۃ سے تعلق کی وجہ سے کلبی کہلائے۔ ۱۴۶ھ = ۷۶۳ء کو کوفہ میں وفات پائی۔[وفیات الاعیان ۴ : ۳۰۹، ترجمہ: ۶۳۴۔۔۔الاعلام ۶: ۱۳۳]۔

[26] تفسیر ثعلبی، ۱ : ۷۵۔

[27] احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام بن عبد اللہ بن ابی القاسم، حرانی، دمشقی، حنبلی، ابو العباس، تقی الدین ابن تیمیہ، ۶۶۱ ھ مطابق ۱۲۶۳ء کو حران میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد ماجد کی معیت میں مصر منتقل ہوگئے۔ ۷۲۸ھ مطابق ۱۳۲۸ء کو قلعہ دمشق میں حالتِ اسارت میں وفات پائی۔ بڑے فطین اور ذکی عالمِ دین تھے۔ [ذہبی، المعجم المختص بالمحدثین، ص: ۲۵، مکتبۃ الصدیق، الطائف، ۱۹۸۸ء۔۔۔ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ۱۴ : ۱۴۱، مؤسسۃ التاریخ العربی، بیروت، س۔ن۔۔۔الاعلام ۱: ۱۴۴]۔

[28] ابن تیمیہ، مجموع الفتاویٰ، ۱۳ : ۳۵۴، مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف، المدينة النبوية، المملكة العربية السعودية، ۱۴۱۶ھ

[29] ابن تیمیہ، منہاج السنۃ النبویۃ، ۷ : ۲۱، مؤسسۃ قرطبہ، س۔ن۔

[30] مموع الفتاویٰ ۱۳ : ۳۵۴۔

[31] محمد بن جعفر الکتانی، الرسالۃ المستطرفہ لبیان مشہور کتب السنۃ، ص: ۸۷، دار البشائر الاسلامیۃ، بیروت، ۱۹۸۶ء۔

[32] البدایہ والنہایہ ۱۵ : ۶۶۰۔

[33] ڈاکٹر محمد حسین ذہبی، التفسیر والمفسرون، ۴ : ۳۳، س۔ن۔

[34] عامر بن شَراحیل بن عبد ذی کبار' شعبی' حمیری' ہمدان کے قبیلہ شعب سے نسبت سے شعبی کہلائے۔ کوفہ میں ۱۹ھ = ۶۴۰ء کو پیدا ہوئے۔ وہیں پرورش پائی اور وہیں ۱۰۳ھ = ۷۲۱ء کو وفات ہوئے۔ فقید المثال حافظہ کے مالک تھے۔ عبد الملک بن مروان کے مشیر و ندیم اور شاہ روم کے لیے اُن کے سفیر اور قاصد تھے' ثقہ رجال حدیث میں سے تھے۔ فقیہ اور شاعر تھے۔ [وفیات الاعیان ۳: ۱۲' الاعلام ۳: ۲۵۱]۔

[35] محمد بن عمر واقد (واقدی)۔ متروک الحدیث ہے۔ [امام بخاری' تاریخ کبیر ۱ : ۱۷۸۔۔۔ تاریخ اوسط ۲ : ۲۲۰۔۔۔ تاریخ صغیر ۲ : ۲۸۳]۔

[36] ضحاک بن مزاحم بلخی خراسانی ابو القاسم' مفسر اور بچوں کے شفیق اتالیق تھے۔ اُن کے ہاں تین ہزار بچے تعلیم حاصل کرتے تھے۔ گدھے پر سوار ہو کر اُن کی نگرانی کے لیے چکر لگایا کرتے تھے۔ ۱۰۵ھ = ۷۲۳ء کو خراسان میں وفات پائی۔ [سیر اَعلام النبلاء ۴: ۵۹۸' ترجمہ: ۲۳۸۔۔۔ الاعلام ۳: ۲۱۵]۔

[37] تفسیر ثعلبی ۳ : ۱۳۹۔۔۔ محمد بن جریر الطبری' تفسیر الطبری' ۷ : ۱۷۱' روایت: ۷۷۳۶۔

[38] عمر فاروقؓ بن خَطّاب' قرشی' عدوی' کنیت ابو حفص تھی اور لقب فاروق۔ مکہ معظمہ میں ۴۰ قبل ہجری = ۵۸۴ء کو پیدا ہوئے۔ خلفائے راشدین میں سے دوسرے نمبر پر ہیں۔ سب سے پہلے ان کو امیر المومنین کہہ کر پکارا گیا۔ جلیل القدر صحابی تھے۔ نہایت شجاع' جری اور بہادر تھے۔ نوجوانانِ قریش میں سے تھے۔ ۱۳ھ کو خلیفہ چنے گئے ان کی عدالت ضرب المثل ہے۔ ۲۳ھ = ۶۴۴ء کو رحلت کر گئے۔ [ابن جوزی' صفۃ الصفوۃ ۱-۲: ۱۱۸' ترجمہ: ۳۔۔۔ تہذیب الکمال ۱۲: ۳۱۷۔۔۔ الاعلام ۵: ۴۵]۔

[39] تفسیر ثعلبی ۴ : ۳۳۲۔۔۔ نظام الدین حسن بن محمد (۸۵۰ھ)' غرائب القرآن و رغائب الفرقان' ۳ : ۳۷۸' دار الکتب العلمیۃ' بیروت' ۱۴۱۶ھ

[40] صحیح مسلم' کتاب: الجہاد (۳۲)' باب: الامداد بالملائکہ فی غزوۃ بدر (۱۸)' حدیث: ۴۵۸۸۔

[41] سورۃ الانفال ۸: ۹۔

[42] الانفال ۸: ۶۹۔۶۷۔

[43] عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بن عبد المطلب' قرشی' ہاشمی' ۳ قبل ہجری = ۶۱۹ء کو پیدا ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی' جلیل القدر صحابی ہیں۔ حبر الامۃ [امت کے عالم] اور ترجمان القرآن جیسے القاب سے نوازے گئے۔ طائف میں سکونت پذیر تھے اور وہیں ۶۸ھ = ۶۸۷ء کو وفات پائی۔ [ابن الاثیر' اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ' ۳: ۶۹' ترجمہ: ۳۰۳۸' دار الکتاب العربی' بیروت' ۲۰۰۶ء۔۔۔ الاعلام' ۴: ۵۹]

[44] تفسیر ثعلبی ۴ : ۳۳۲۔

[45] تفسیر ثعلبی ۳ : ۱۴۴، ۱۴۵۔

[46] تفسیر الطبری' ۷ : ۱۸۶' روایت: ۷۷۷۶۔

[47] ابن ابی شیبہ' مصنف ابن ابی شیبۃ' ۱۴ : ۳۵۸' روایت: ۳۷۸۲۲۔

[48] تفسیر ثعلبی ۳ : ۱۴۴، ۱۴۵۔

[49] قتادۃ بن دِعامۃ' بصری' مادر زاد اندھے' مفسر قرآن اور حافظ حدیث تھے۔ عربی لغت' تاریخ عرب اور انساب کے ماہر عالم تھے۔ منکر تقدیر اور مدلس تھے۔ ۶۱ھ = ۶۸۰ء کو پیدا ہوئے اور ۱۱۸ھ = ۷۳۶ء کو واسط میں طاعون کے عارضہ سے وفات پائی۔ [ذہبی' تذکرۃ الحفاظ' ۱: ۱۲۲' دار احیاء التراث العربی' بیروت' بدون تاریخ۔۔۔ الاعلام ۵: ۱۸۹]۔

[50] مصنف ابن ابی شیبۃ' ۶ : ۴۳۷' روایت: ۳۲۷۲۲۔

[51] تفسیر ثعلبی ۳ : ۱۴۴، ۱۴۵۔

[52] عبد اللہ بن زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما' قرشی' اسدی' ابو بکر' ہجرت کے بعد مسلمانوں میں پہلے مولود ہیں۔ یکم ہجری = ۶۲۲ء کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ سیدنا عثمان ذی النورین ص کے دورِ خلافت میں فتح افریقہ میں شریک تھے۔ ۶۴ ہجری کو یزید کی موت کے بعد ان کے لیے خلافت کی بیعت لی گئی۔ مصر' حجاز' یمن' خراسان' عراق اور شام پر حکومت کی۔ آپ کی مدتِ خلافت نو سال ہے۔ ۷۳ھ = ۶۹۲ء کو شہید کر دیئے گئے۔ [الاصابۃ ۲: ۳۰۹۔۔۔ الاعلام ۴: ۸۷]

[53] تفسیر الطبری، ۷ : ۱۸۷، روایت: ۷۷۷۸۔

[54] تفسیر ثعلبی ۳ : ۱۴۲، ۱۴۱۔

[55] تفسیر الطبری ۷ : ۱۷۷، روایت: ۷۷۵۴۔

[56] تفسیر ثعلبی ۳ : ۱۴۲، ۱۴۱۔

[57] کرز بن جابر بن حسیل بن لاحب بن حبیب بن عمرو بن شیبان بن محاریب بن فہر بن مالک، قرشی، فہری، ہجرت کے بعد اسلام قبول کیا۔ فتح مکہ کے دن راستہ خطا کیا تو مشرکین نے انہیں شہید کیا۔ [الاستیعاب، ص: ۴۰۶]

[58] ابن ابی حاتم، تفسیر ابن ابی حاتم، ۳ : ۷۵۲، روایت: ۴۰۹۵، س۔ن۔